خدام الدین

بانی ادارہ
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہٗ

جس کا ضمیر

ٹھیک ہو گا اللہ اس کا ظاہر بھی ٹھیک ہی رکھے گا۔ جو اُس کے دین کے لیے عمل کرے گا خدا اُس کے معاملاتِ دنیا کو بھی رُو براہ کر دے گا

جو

اپنے اور خدا کے درمیانی معاملات کو

ٹھیک رکھے گا۔ خدا اُس کے اور بندوں کے معاملات بحال رکھے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

۲۲ رجب المرجب
۱۳۹۵ھ
یکم اگست
۱۹۷۵ء

فی کاپی
۶۰
پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرتؐ کی مدح و تعظیم

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصٰرٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا میری مدح وثنا میں اتنا مبالغہ نہ کرنا جتنا عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مدح وثنا میں کیا۔ میں تو اللہ کا بندہ ہی ہوں۔ سو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

اکثر سابقہ امتیں اس خرابی میں مبتلا ہو چکی ہیں کہ بجائے اس کے کہ اپنے بڑوں کو اپنا رہنما قرار دیں اور ان کے ارشادات اور عملی نمونہ پر چل کر سعادت وتکریم ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اپنے بڑوں کی خوبیاں حاصل کرنے سے آدمی اس طرح بھی محروم ہو جاتا ہے کہ فقط ان کی زبانی تعظیم وتکریم میں لگ جائے اور ان کے احکام کو پس پشت ڈال دے۔ چونکہ ہوتے ہوتے اس سے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ بزرگوں کی پوجا پاٹ تک شروع ہو جاتی ہے اور ان کے سکھائے ہوئے سبق بالکل نظرانداز کر دیے جاتے ہیں۔

اس زمانے میں ایسے نمونے نظر آتے ہیں کہ لوگ اپنے بزرگوں کو بڑھا چڑھا کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ان کی عادات واخلاق کی پیروی تو کرتے نہیں۔ محض ان کی حد سے زیادہ تعریفیں کر کے جھنڈیاں لہرا لہرا کر روشنیاں کر کے خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لوگوں میں نصاریٰ کو اس قسم کی باتوں کا نمونہ پایا اور اپنے پیروؤں کو ہدایت کر دی کہ اس بات میں ان کے قدم بہ قدم نہ چلنا۔ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اتنا بڑھایا کہ اللہ کا بیٹا تک کہہ دیا۔ تم میری اتنی زیادہ تعظیم ہرگز نہ کرنا کہ حد سے آگے نکل جاؤ۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا کہ میں اسی کا عبادت گزار بندہ ہوں۔ اس نے مجھے یہ کام سپرد کیا ہے کہ دنیا کے لوگوں کو بتا دوں کہ اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس کی قوت بے انتہا ہے اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں یہ سبق پہلے تمہیں سکھاتا ہوں تاکہ تم میری طرف سے اوروں کو بھی یہی سبق سکھاؤ۔ اللہ عزوجل کا مرتبہ اچھی طرح پہچانو اور مجھے اس کا بندہ اور رسول سمجھو۔ قرآن مجید کے احکام جس طرح میں بتاتا ہوں۔ اسی طرح ان کی پابندی کرو اور اللہ جلشانہٗ سے دعا کرو کہ اللہ تعالٰے مجھ پر اور میرے ماننے والوں پر رحم فرمائے۔ آمین

منافق کی چار علامتیں ہیں۔ دروغ گوئی، وعدہ شکنی، دوستی میں ناپائداری اور بات پر جھگڑا (حدیث)

ادارۂ تحریر
مولانا عبید اللہ انور
محمد سعید الرحمٰن علوی
زاہد الراشدی

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

رئیس التحریر
مفکر اسلام
قائد اسلامی انقلاب
مولانا مفتی محمود

جلد ۲۱ • شمارہ ۱۰ | ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ مطابق یکم اگست ۱۹۷۵ء | فی کاپی ۶۰ پیسے

• مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب

حج پالیسی

مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے

مذہبی امور کے وفاقی وزیر کوثر نیازی صاحب نے پچھلے دنوں نئی حج پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کی رُو سے

- امسال ۳۰ ہزار افراد فریضۂ حج ادا کر سکیں گے۔
- ان میں سے ۱۰ ہزار بحری راستہ سے اور ۲۰ ہزار فضائی راستہ سے سفر کر سکیں گے۔
- طیاروں کے ذریعہ جانے والے افراد ۱۰۴۸۶ روپے فی کس جمع کرائیں گے۔ جبکہ بحری مسافروں کے لیے درجہ اوّل، دوم اور سوم میں بالترتیب ۱۰۲۰۲، ۹۹۰۲ اور ۸۰۰۶ روپے فی کس جمع کرانے ہوں گے۔
- صرف چار بحری جہاز اس مقصد کے لیے استعمال ہوں گے جن میں سے ہر ایک تین تین پھیرے لگائے گا۔
- جدہ پہنچنے پر ہر عازم حج کے پاس ۱۹۳۵ ریال کم از کم ضروری ہوں گے جبکہ آخری مقدار ۶۳۳۵ ریال ہو گی۔ اس کے علاوہ کسی بھی مالیت میں پاکستانی کرنسی لے جانے کی اجازت نہ ہو گی۔
- حجاج اپنے طور پر کسی قسم کا راشن ساتھ نہ لے جا سکیں گے ۳۰ ریال فی دن کے حساب سے راشن وہاں سے دستیاب ہو گا۔
- جو لوگ پہلے فریضۂ حج ادا کر چکے ہیں وہ نہیں جا سکیں گے اور غلط بیانی کی صورت میں وہ قانونی احتساب کا شکار ہوں گے۔
- سعودی عرب کی حج پالیسی کے مطابق حجاز میں زیادہ سے زیادہ مدت قیام ۴۰ دن ہو گی۔
- کوئی خاتون بغیر محرم نہ جا سکے گی اور ۱۸ سال سے کم عمر کے لوگ بھی محروم رہیں گے۔
- واپسی پر سامان کے معاملہ میں سختی سے پڑتال ہو گی۔ اور کوئی چیز ہمراہ لانے کی اجازت نہ ہو گی۔

اس کے علاوہ وزیر مذہبی امور نے اپنی عوامی حکومت کے کچھ کارنامے گنوائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ موجودہ حکومت گزشتہ تین برس میں اڑھائی لاکھ افراد حج کے لیے بھیج چکی ہے۔ جبکہ سابقہ حکومتوں نے مجموعی مدت میں محض دو لاکھ افراد کو بھیجا تھا۔

اور یہ کہ اس حکومت نے تین سالہ مدت میں ۷۰ کروڑ روپے خرچ کیے جبکہ سابقہ حکومتوں نے محض ۴۰ کروڑ روپے خرچ کیے تھے۔

علاوہ ازیں کمپیوٹر نظام کی بھی تعریف کی گئی اور فرمایا گیا کہ اس نظام کو سعودی عرب نے بھی پسند کیا ہے اور وہاں کا ایک وفد اس نظام کے مطالعہ کے لیے آیا تھا۔

اور یہ کہ وہاں مستقل اور گشتی ڈسپنسریوں کا بہترین نظام ہوگا تاکہ طبی امداد میں تکلیف نہ ہو۔

جہاں تک عوامی حکومت کا تعلق ہے اس کی عادت بن چکی ہے کہ وہ جو بھی کام کرتی ہے پچھلوں سے تقابل ضرور کرتی ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی کوثر صاحب نے کیا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پہلے اخراجات کی نوعیت کیا تھی اور اب کیا ہے۔

موجودہ دور سے قبل ڈیک کے مسافروں کے لیے چودہ سو کچھ روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ جس کے نتیجہ میں کمزور افراد بھی پائی پائی اکٹھی کرکے اس شوق دینی کو پورا کر لیا کرتے تھے اور اس سعادت کو حاصل کر لیتے تھے۔ اور موجودہ حکومت ہر حال ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ جیسا کہ اس سال بھی ڈیک کے مسافروں کے لیے ۱۴۴ روپے فی کس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ چھوٹا موٹا راشن لے جانے پر پابندی بھی کوئی مستحسن اقدام نہیں۔ عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ لوگ ضرورت کے لیے کچھ چیزیں یہاں سے لے جاتے جو آسانی سے ممکن ہوتیں اور اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ زرِ مبادلہ بچا لیتے لیکن اب مکمل پابندی لگا کر اس مسئلہ میں بھی لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں جس کی وجہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ گزشتہ سال جس طرح معلموں کے مسئلہ میں ہاتھ رنگنے کی باتیں عام تھیں اسی طرح اب راشن کے متعلق کسی کو نوازنے وغیرہ کا پروگرام پیشِ نظر ہوگا اور یہ کوئی ایسی اچنبھے کی بات نہیں۔ آخر جس حکومت نے مختلف لوگوں کے ضمیر خرید کر انہیں "دینی مناصب" عطا کیے ہوں وہ اس فریضۂ مقدسہ میں ایسی روش اختیار کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ عمر کی پابندی بھی غلط ہے اس سے پہلے بھی یہ بات سامنے آئی تھی تو ملک بھر کے اہل دین نے اس پر احتجاج کیا تھا۔ کیونکہ اس قسم کی پابندیوں کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن نہ معلوم حکومت نے ایسا کرنا کیوں ضروری سمجھا؟

علاوہ ازیں سب سے زیادہ جس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ ہے سعودی عرب میں قیام کے دوران پاکستانی حجاج کی مشکلات کا مسئلہ۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ کہ سعودی عرب سمیت تمام ممالک میں ہمارے سفارت خانوں کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے اور بعض مقامات پر صفر کے برابر۔ کیونکہ یہاں باصلاحیت اور اہل افراد کی تقرری کے بجائے محض کسی کو نوازنا مقصود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی بھی مقام پر صحیح کام نہیں ہو پاتا۔ چونکہ سفارت خانوں کا مقصد بیرونی دنیا سے مکمل رابطہ اور اسے اپنے ملک کے صحیح حالات سے آگاہ رکھنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بات بڑی ضروری ہے کہ سفارت خانوں کی اصلاح ہو۔ حجاز مقدس سے متعلق یہ شکایت عام ہے کہ وہاں کے سفارتی شہزادے پاکستانیوں کے بہت کام آتے ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ پر توجہ دینے کی خاص ضرورت ہے۔ کہ وہاں ایسا ہوشیار، مستعد اور چوکس عملہ ہو جو اس اہم ترین موقعہ پر دنیا بھر سے آئے ہوئے علماء، صلحاء دانشور اور عام مسلمانوں سے مکمل رابطہ رکھنے کے علاوہ اپنے ملک کے مسافروں کے بروقت کام آ سکے۔ طبی نقطہ نظر سے بھی ہمارا معاملہ اچھا نہیں اس لیے کہ ناکافی عملہ اور عملہ کی مخصوص پاکستانی ذہنیت ایک کریہہ مثال بن چکی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی چیز میسر نہیں آتی۔ جیسا کہ پچھلے دنوں اسلام آباد میں خیانت و بددیانتی کا وسیع ڈرامہ سامنے آیا۔

یہ کام خدمت خلق کے مقدس اصول کے ضمن میں

آتا ہے اور پھر اس قسم کے مقدس سفر میں مسافروں کی خدمت اور زیادہ باعث خیر و برکت ہے۔ اس لیے یہاں بھی بہتر سے بہتر عملہ کی ضرورت ہے اور اس نظام میں وسعت بھی ضروری ہے۔

اور سب سے زیادہ جس نازک مسئلہ کی طرف ہم اپنی حکومت کو توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ امسال سعودی عرب نے حجاج کو مختلف حلقوں میں بانٹ دیا ہے۔ اور ان کی رہائش وغیرہ کے لیے کچھ علاقے مختص کر دیے ہیں۔

حکومت سعودیہ نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا بہتر جواب تو وہی دے سکتے ہیں۔ تاہم ہمارا خیال یہ ہے کہ حجاج کی روز افزوں زیادتی کے پیشِ نظر انتظامات کو بہتر بنانے اور حجاج کو مشکلات سے بچانے کے لیے اس نے ایسا کیا ہے۔ لیکن اتنی بات واضح ہے کہ اس صورت حال سے جو خطہ متاثر ہوا وہ یہی پٹی ہے جس میں پاکستان بھی واقع ہے کیونکہ باقی دنیا کے لیے اس مسئلہ پر کنٹرول آسان ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ حکومت سعودیہ سے اخوت دینی کے رشتہ سے بات کی جائے کہ وہ کم از کم کچھ عرصہ کے لیے ان پابندیوں کو ہمارے حق میں نرم کر دے اور ہمارا خیال ہے کہ حکومت حجاز نے اب تک ہمارے معاملہ میں جس فراخ دلی اور دلی خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے پیشِ نظر وہ ضرور ہماری درخواست پر سنجیدگی سے غور کرے گی۔ بصورت دیگر ہمارے لوگوں کا کئی کئی میل خانہ کعبہ سے دور قیام بڑی مشکلات کا باعث ہوگا۔ اس طرح یہ لوگ حرم مکی کی باقاعدہ باجماعت نمازوں اور کثرت طواف کی برکات سے محروم ہو سکتے ہیں کیونکہ طویل فاصلہ کا تقاضا یہ ہوگا کہ سواری کا انتظام ہو اور سعودیہ کی مہنگی ٹرانسپورٹ کا حصول پاکستانیوں کے بس کا روگ نہیں۔ اس لیے یا تو حکومت سعودیہ سے بات کر کے اس پابندی کو نرم کروایا جائے اور یا پھر جہازوں کے پھیرے کم کر کے جس ایک کروڑ روپیہ کی بچت کی خوشخبری سنائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ خرچ کر کے حکومت خود وہاں رہائش اور آمد و رفت کی سہولتوں کا انتظام کرے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر معاملہ میں بے جا غرور و تعلی سے بچا کر مخلصانہ طریق سے ملک و قوم اور دین و ملت کی خدمت کی توفیق فرمائے۔

فلم "اللہ اکبر"

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سمیت متعدد اکابرین جمعیۃ نے لاہور کی ایک فلم کمپنی "رہبر فلمز" کی تیار کردہ فلم "اللہ اکبر" جو آئندہ ماہ سامنے آ رہی ہے پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا ہے اور فلم کمپنی کے مالکان کے علاوہ حکومت سے بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی اپیل کی ہے۔

فلم کے معاملہ میں خدام الدین کی رائے کوئی ڈھکی چھپی نہیں اور ہم چند ہفتے پہلے "محمد رسول اللہ" نامی فلم پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے اپنے خیالات ایک بار پھر واضح طریق سے پیش کر چکے ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں تاہم یاد دہانی کے طور پر اپنے خیالات کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہے۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے دنیا پر فلم کی گنجائش کا سوال ہی نہیں اور پھر جب یہ دھندا اسلام، "پیغمبر اسلام" یا اسلامی اقدار کے نام پر ہو تو وہ زیادہ مکروہ و قبیح ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہم سمیت دوسرے حضرات کا واویلا بھی نقار خانے میں طوطی کی صدا ثابت ہو رہا ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جلبِ زر کے لیے اس قسم کے مکروہ طریق عام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ اکبر نامی فلم کا مفصل اشتہار ٹرسٹی اخبار مشرق کی ۱۰ جولائی کی اشاعت میں آ چکا ہے۔ جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی ہے — تین مرتبہ

اللہ اکبر ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ "اس فلم کو قرآن کریم اور سیرت پاک کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے"۔ نیز یہ کہ "اسے فلم نہ کہیے بلکہ یہ تبلیغی شاہکار، تاریخی کتاب اور مقدس عکس ہے"۔

یہ فلم جسے اسلام کے دورِ اوّل کے نورانی واقعات سے سجایا گیا ہے اسے پاکستانی فنکاروں نے عرب کی مقدس سرزمین پر فلمایا ہے۔

یہ سب کچھ پڑھ کر ہم سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ یا اللہ، اس کے رسول، قرآن عزیز وغیرہ کا نام لے کر یہ ڈھکوسلا رچایا جا رہا ہے اور پھر عرب کی مقدس سرزمین کے سہارے اس شیطانی کھیل کو عین حق و ثواب ثابت کیا جا رہا ہے۔

پچھلے دنوں حکومت پاکستان اور اس کے وزیر مذہبی امور مسٹر کوثر نیازی نے لیبیا میں تیار ہونے والی فلم "محمد رسول اللہ" کے متعلق جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شاید حکومت نے کسی درجہ میں عوامی جذبات کا احترام سیکھ لیا ہے۔ لیکن اس فلم کے سامنے آنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ "عدم جواز" کا فتویٰ محض لیبیا کے لیے ہے یہاں سب کچھ درست ہے کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے لہٰذا یہاں کی ہر چیز اسلامی ہے۔

ہم اربابِ حکومت سے یہ سوال کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا آپ کے فلم سنسر بورڈ کے بزرجمہروں نے آئندہ ماہ رچائے جانے والے اس ڈرامہ کو دیکھ لیا ہے؟

اگر دیکھ لیا ہے تو اس کا کیا نوٹس لیا؟ اور نہیں لیا تو کیوں؟

ہم نے اپنی تباہی کے اسباب مہیا کر لئے ہیں!

پہلے ہی کون سی کمی چھوڑی ہے کہ اب اللہ تعالیٰ، پیغمبر اسلام، قرآن کریم جیسے مقدس نام اور ان سے متعلق مقدس اصطلاحات و واقعات پردۂ سیمیں پر دہرائے جا رہے ہیں؟

ہم جہاں حکومت سے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کا احساس کرے وہاں "رہبر فلم" کے ڈائریکٹر حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ محض جلبِ زر کے لیے یہ کھیل نہ کھیلیں، کیونکہ ممکن ہے اس طرح وہ اپنی دنیا سنوار لیں۔ لیکن عقبیٰ کی بربادی لازم ہے۔

پاکستان طبّی کمیشن اور ایلوپیتھ معالجین

پچھلے دنوں حکومت پاکستان کی وزارتِ صحت نے ملک میں علاج و معالجہ کی سہولتیں عام کرنے کی خاطر ایلوپیتھ، ہومیوپیتھ، آریوویدک اور طب یونانی کے معالجین پر مشتمل ایک طبّی کمیشن قائم کیا تھا تاکہ ملک میں مروّجہ تمام طریقہائے علاج کا جائزہ لیا جائے اور ان کے درمیان باہمی تعاون اور رابطہ اتحاد قائم کر کے ملک میں صحت کا مسئلہ حل کیا جا سکے۔

اس موضوع پر نہ صرف یہ کہ ایلوپیتھ معالجین کی جماعت پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے حکومت کے اس اقدام کی سخت مخالفت کی بلکہ دیسی معالجین کے خلاف نہایت مذموم پراپیگنڈا بھی کیا اور برملا کہا کہ ہم یہ بیل منڈھے نہیں چڑھنے دیں گے بلکہ بعض اطلاعات کے مطابق کمیشن کے ایک سرکردہ رکن ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب نے اس کے کسی اجلاس میں شرکت تک نہ فرمائی۔

ایلوپیتھ حضرات کے اس متعصبانہ رویہ کے باوجود کمیشن نے اپنی سفارشات حکومت کو پیش کر دی ہیں اگرچہ ان سفارشات کی تفصیلات منظرِ عام پر نہیں آئیں۔ لیکن طبّی حلقے مطمئن ہیں کہ کمیشن نے تمام مروّجہ طریقہائے علاج سے استفادہ کرنے کی سفارشات ضرور کی ہیں اور یقین ہے کہ ہسپتالوں میں ایلوپیتھ معالجین کے ساتھ ساتھ ہومیوپیتھ، آریوویدک اور طب یونانی کے معالجین کو بھی کام کرنے کے مواقع فراہم کرنے پر زور دیا ہوگا۔ کیونکہ صرف اسی طریقے سے ملک کا مسئلہ صحت حل ہو سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ تمام طریقہ ہائے علاج کے ماہرین خلوصِ نیت سے ملک کے لاکھوں بیمار عوام کی خدمت کے جذبے سے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

خطبہ جمعہ

مرتبہ

محمد سعید الرحمن علوی

ایک مرکز کے بغیر مسلمان قوم کامیابی حاصل نہیں کر سکتی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

یہ آیت کریمہ سورۂ عنکبوت کی آخری آیت ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

"اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے، ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔"

یعنی :

"جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ ان کا دوسروں کو احساس تک نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (تفسیر عثمانی)

آیت کریمہ کے ترجمہ اور مولانا عثمانی مرحوم کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ اللہ تعالےٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جد و جہد اور کوشش کرنے والے خدا کی حمایت و نصرت ضرور حاصل کرتے ہیں اور قدرت انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ جس نے کوشش کی اس نے پا لیا۔

اس طرح کے ارشادات اور بھی کئی ایک ہیں۔ مثلاً سورہ محمدؐ میں فرمایا:-

"تم اللہ کے دین کی مدد و نصرت کرو گے تو خدا تمہاری امداد کرے گا۔"

ان ساری باتوں کا حاصل یہ ہے کہ قدرت ان لوگوں کو نوازتی ہے جو اس کے دین کے حمایتی و سپاہی بن کر زندگی گزاریں اور اس کے بالمقابل یہ کہنا بالکل صحیح ہو گا کہ جو لوگ دینی طور پر اپنے ذمہ داریوں سے جی چراتے اور انہیں پورا نہیں کرتے قدرت ان سے روٹھ جاتی ہے اور وہ اللہ کی حمایت و امداد سے محروم ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب کوئی اللہ کی نصرت و حمایت سے محروم ہو گیا تو پھر کامیابی کا سوال ہی نہیں۔

یہ تمہیدی گزارشات ہیں جن کی روشنی میں جدہ میں ہونے والی وزراء خارجہ کی کانفرنس اور اس سے

متعلق مسائل پر کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ آزادی و استقلال مسلمانوں کا بنیادی حق ہے اور آپس کے رابطہ و تعلق کے بغیر مسلمان کی زندگی ادھوری اور نامکمل ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان حالات اور اس کے پس منظر پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس سلسلہ میں ہمیں اتنی خوشی کیوں ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس دھرتی کو بنانے کے بعد اس میں مختلف قسم کی مخلوق پیدا فرمائی اور ان سب کا دُولہا حضرت انسان کو بنایا۔ انسان کو اس دنیا میں راہِ حق و صداقت پر قائم رکھنے اور گمراہی و ضلالت سے محفوظ فرمانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ قائم فرمایا تاکہ انسانیت کا شرف قائم رہے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے بعد یہ منصب و ذمہ داری علماء کے سپرد کی گئی۔ اس لیے آپ نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مشابہ قرار دیا۔ کہ وہاں یکے بعد دیگرے نبی آکر دینی و دنیوی امامت کے فرائض سرانجام دیتے یہاں یہ کام علماء کریں گے۔ فرق یہ ہے کہ انبیاء خلافت و گمراہی سے ایک ضابطہ کے تحت محفوظ تھے جسے عقیدہ عصمت کہا جاتا ہے کہ ہر نبی معصوم تھا اور علماء کے لیے محفوظ رکھنے کا قانونی ضابطہ تو نہیں ہے۔ البتہ فضل خداوندی ضرور ہے جس پر وہ چاہے کرم کرے اور اسے بچا لے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ نے وہ منصب سنبھالا اور امت کی دینی اور دنیوی صلاح و فلاح کے لیے مشغول رہے۔ آپ کے بعد باقی خلفاء، پھر بنو امیہ، بنو عباس وغیرہ۔ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ہرچند کہ حالات کی تبدیلی آتی گئی اور زمانہ نبوت سے دوری کے پیشِ نظر ایسا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں لیکن بہ حیثیت مجموعی بہرحال وہی سلسلہ قائم رہا۔ اس سلسلہ میں برصغیر کے مختلف خاندان بھی خدمت بجا لاتے رہے جن میں سے بعض کی زندگی تو قابلِ رشک ہے لیکن جو نہی ان فرائض کے معاملہ میں غفلت برتی گئی پھر حالات کا بدلنا بھی ناگزیر ہو گیا کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ نصرت الٰہی تب ہے جب ادائیگی فرض ہو گی ورنہ نہیں۔

چنانچہ واسکوڈی گاما بھٹکتا ہوا مدراس کی بندرگاہ کالی کٹ پر جو اترا تو یہ ہماری بدعملیوں کے خلاف ایک قدرتی تنبیہ تھی یہ ۱۴۹۸ء کا قصہ ہے۔ اس کے بعد یورپین اقوام ٹڈی دل کی طرح ہماری سرحدات پر منڈلانا شروع ہو گئیں جن میں ولندیزی، پرتگالی، فرنچ وغیرہ سبھی تھیں۔

ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر مشرقِ وسطیٰ وغیرہ میں بھی ان قوموں کے اثرات پہنچ رہے تھے اور رفتہ رفتہ وہاں بھی غلامی کی طویل رات سر پر منڈلا رہی تھی۔ چنانچہ ایک وقت آیا کہ پوری دنیائے عرب ان کے شکنجہ میں پھنس گئی۔ ایک سعودی عرب بچا لیکن اثرات وہاں بھی تھے اور وہ یوں کہ انگریز افسر پہلے شریف مکہ کو احکامات جاری کرتا تو بعد میں اس نے شاہ سعود کو جاری کرنے شروع کر دیے اور اپنی دینی کمزوریوں کے پیشِ نظر اس کی مانی جاتی تھی۔

اہل عرب کی تاریک رات کا آغاز اسی وقت ہوا جب انہیں اپنی قومی و نسلی برتری کا سبق پڑھایا گیا اور انہیں ترکوں سے برگشتہ کیا گیا تھا۔

حقیقت میں یہ انگریز کی گہری چال تھی کہ وہ اس طرح اہل اسلام کو آپس میں لڑا کر اپنا الّو سیدھا کر رہا تھا ورنہ مسلمان بہ حیثیت مسلمان سب برابر ہیں۔ چاہے وہ کسی خطہ سرزمین کسی قوم اور کسی بھی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ البتہ معیارِ فضیلت خدا نے تقوےٰ و طہارت کو قرار دیا۔ لیکن بدقسمتی سے اغیار اور دشمنوں نے اس کے بجائے اور معیار قائم کر دیا اور نالائق مسلمان اس کا شکار ہو گیا۔

انگریز کی اس سازش کا سب سے زیادہ شکار شریف مکہ ہوا جو اپنے آپ کو آلِ رسول کہلاتا تھا۔ یاد رہے کہ جس طرح ہمارے یہاں سید کا لفظ آلِ رسول کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح وہاں شریف کا لفظ استعمال ہوتا تھا اور وہاں سید بمعنی مسٹر و معزز

استعمال ہوتا ہے۔

بہرحال شریف نے ایسی حرکات کیں اُدھر شاہ مصر فاروق تھا وہ بھی نسلی برتری کا شکار تھا لیکن اس نے بھی حماقتیں کیں جن میں سے ایک یہ بھی کہ فلسطین کی پہلی جنگ میں برطانیہ سے ناقص اسلحہ لے کر اپنا ہی گھر تباہ کروا دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ بعد کے فرمانروائے مصر جمال عبدالناصر مرحوم بھی اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے۔

شریف مکہ کو اپنے کیے کی سزا ملی اور وہ اس طرح کہ اس کو آلِ سعود نے مغلوب کر دیا۔ اور اقتدار سنبھال لیا لیکن انگریز جو پہلے شریف کا یار تھا۔ اب انتہائی عیاری سے آلِ سعود کا یار بن گیا لیکن انگریز کی یہ یاری ہر کسی کے ساتھ تھی اور کسی کے بھی ساتھ نہ تھی کیونکہ جب وہ اپنے مقصد کے خلاف کوئی بات دیکھتا تو اپنے یاروں کو ہی برباد کر ڈالتا جیسا اس نے شریف کو کیا کہ محض قبرص میں اڈہ بنانے کے سوال پہ اختلاف ہوا تو شریف کو گرفتار کر کے اسی جزیرہ میں بند کر دیا۔ اور زہر وغیرہ دے کر مروا دیا اور ساتھ ہی اس کے بیٹے عبداللہ کو جانشین بنا دیا۔ یہ باپ کے انجام سے گھبرا کر انگریز کو اعتماد میں لینے لگا تو اسے عربوں نے قتل کر دیا۔ پھر طلال آئے جو موجودہ شاہ حسین کے والد تھے وہ انگریزی ریشہ دوانیوں سے واقف ہو کر کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن انگریزی انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے۔ طلال کا کمانڈر انچیف انگریز تھا گلب پاشا نام تھا۔ طلال اسے رخصت کرنا چاہتا تھا لیکن انگریز نے طلال کو پاگل کہہ کر لندن کے کسی کلینک میں لا ڈالا۔ وہاں نہ معلوم کیا انجکشن دیے اور کیا کیا کہ واقعی حالات بگڑ گئے اور اسے وہاں سے اٹھا کر ترکی کے ایک زچہ خانہ میں بند کر دیا۔ جہاں وہ مدتوں کس مپرسی اور پریشانی کے عالم میں رہ کر اپنے انجام کو پہنچا۔

خاندان کی ایک شاخ کا یہ حال ہوا تو دوسری طرف عراق میں فیصل کو قتل کر دیا پھر نوری السعید نابالغ حکمران کے سرپرست کی حیثیت سے کام کرتا تھا وہ اڑا دیا گیا اور عبدالکریم قاسم وغیرہ نے انقلاب میں اس خاندان کے بچوں تک کا صفایا کر دیا۔ حقیقت میں یہ تاریخ کو دہرانے کا عمل تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

ہوا یوں کہ گورنر مدینہ و مکہ کو دعوت میں بلا کر گولیوں سے مروا دیا۔ اور پھر انہیں کاروں سے بندھوا کر شہر میں گھسیٹا گیا۔ اس کے ساتھ ہی حرمین کی حفاظت کے لیے موجود ترکی فوج جو سنگین بردار تھی۔ اس کو بے بس کر دیا گیا ان کا رابطہ ترکی سے منقطع ہو گیا اور کسی جوابی کارروائی کی پوزیشن میں نہ رہے اور اگر ہوتے بھی تو غالباً وہ حرم میں خون بہانے سے گریز کرتے۔ ان حالات سے دل برداشتہ ہو کر ترک نے بستر بوریا سمیٹ لیا۔ عرب "خود مختار" ہو گئے لیکن اس خود مختاری کا آپ سن چکے ہیں۔ شریف مروایا گیا پھر عبداللہ عربوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ طلال لندن کے کلینک سے ہوتا ہوا زچہ خانہ میں مدتوں تڑپتا رہا۔ اور عراقی حصہ کا بھی سن لیا کہ شاہ فیصل قتل ہوا اور نوری السعید کے زمانہ کے انقلاب میں خاندان کا بچہ تک نہ چھوڑا گیا بلکہ اسی طرح ان کی لاشیں بغداد میں گھسیٹی گئیں۔ اور چوراہوں میں لٹکا دی گئیں۔ حضرتؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ترک فوجیوں نے عربوں کے ہاتھوں حرمین میں ہر دکھ اٹھایا لیکن جواباً خاموشی اختیار کی۔

یہ تو تھا مشرقِ وسطیٰ کا قصۂ درد۔ ادھر برصغیر میں جب انگریز کی ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں تو علمائے ملت نے حالات کو بھانپا اور سمجھا۔ اس وقت کی جماعت علماء کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی جس نے آ کر پانی پت کا معرکہ بپا کیا۔ اس کے بعد آپ کی ہدایات کی روشنی میں طیار شدہ انقلابی جماعت نے سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں باقاعدہ مقابلہ کیا۔ اس دور کے اختتام پر بچے کھچے مجاہدین نے چمرقند میں اپنا مرکز بنا کر انگریز کا مدتوں مقابلہ کیا۔

اس صورتِ حال سے انگریز کا گھبرانا لازم تھا چنانچہ اس نے علماءِ حق، مجاہدین اور اپنے دشمنوں کو "وہابیت" کے لقب سے ملقب کیا اور اس کی تشریح رسول کریمؐ کی توہین، اولیاءِ امت کی دشمنی وغیرہ جیسے گھناؤنے الزامات سے کی (معاذ اللہ) حالانکہ جن لوگوں کو وہابی کہا گیا وہ خود سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں بیعت ہیں بیعت کرتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کے متعلق ان کے خیالات کی بلندی ان کی کتب سے دیکھی جا سکتی ہے۔ مزید یہ کہ اسلام اور اسلامی اقدار کی خاطر عملی جد و جہد اور ایثار و قربانی کے باب میں یہ لوگ اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن انگریز کا مقصد نفرت کی فضا پیدا کرنا، آپس میں لڑانا اور اپنی مخالفانہ قوتوں کو چونکہ کمزور کرنا تھا اس لیے کبھی شیعہ سنی لڑائی، کبھی عربی ترکی لڑائی وغیرہ کا دھندا جاری رکھا اور وہابیت کی توپ بھی اس سلسلہ کی کڑی تھی تاہم مسٹر ہنٹر کے منہ سے سچ نکل گیا۔ اور اس نے لکھ دیا کہ انگریز کے دشمن ہی غدار و وہابی ہیں۔

الغرض وہابیت کے پروپیگنڈا سے بات نہ بنی تو "جعلی نبوت" کا ڈھونگ رچایا تاکہ حضور علیہ السلام کے حکم جہاد کو "نبی" کی وساطت سے منسوخ کرا کے اپنا الو سیدھا کیا جائے۔ لیکن علماءِ ربانی نے اس محاذ پر بھی کسی کی نہ چلنے دی اور انہوں نے جعلی نبوت کا تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت گنگوہیؒ، حضرت سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ، علماء لدھیانہ، حضرت امیر شریعتؒ اور پوری مجلس احرار اسلام کی قربانیاں اور جد و جہد ایک ریکارڈ ہے۔ یہی جد و جہد ۱۹۴۷ء تک آئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

بہرحال جھوٹی نبوت سے بھی بات نہ بنی بلکہ لوگ پہلے سے زیادہ جوش و جذبہ کے ساتھ انگریز کے خلاف برسرِ پیکار رہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ منزل آزادی قریب آ گئی اور دیکھتی آنکھوں یورپ

سمٹ گیا اور عالم اسلام ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہوا۔

ان کی کرنسی، خارجی معاملات میں سوچ، دفاعی منصوبے ایک ہوں، غم اور خوشی مشترک ہو اور وہ دنیا میں ایک اکائی کی حیثیت سے جئیں اور مریں۔ اسی مقصد کے لیے اسلامی سیکرٹریٹ بنا جس کے پروگرام کے پیش نظر رباط اور لاہور میں سربراہی کانفرنسیں ہوئیں اور وزراء خارجہ کی سطح پر اب چھٹی کانفرنس جدہ میں ہوئی ہے اس میں عالم اسلام کی بھرپور نمائندگی سامنے آئی۔ جہاں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کے مسائل انہی کے نمائندوں نے سنائے۔ فلسطین کے سلسلہ میں عالمی سطح پر رضا کار بھرتی کرنے کا منصوبہ بنا۔ اسلامی بینک کی سکیم پہلے ہی تیزی سے مراحل طے کر رہی ہے۔ اب ترقیاتی فنڈ کی تجویز ہوئی جس کے لیے پانچ کروڑ ڈالر کا سرمایہ منظور ہوا اس کے علاوہ اسرائیل کو عالمی برادری سے نکالنے کے لیے منظم پروگرام بنے، وغیرہ ذالک۔

یہ ساری باتیں اس چیز کی غماز ہیں کہ عالم اسلام انگڑائی لے رہا ہے اور وہ عنقریب ایک منظم اور باحیثیت و بااختیار طاقت بن کر ابھرے گا۔ جن خطوط پہ کام جاری ہے اگر اسی طرح جاری رہا تو انشاء اللہ خدا کی امداد ساتھ ہو گی اور قدرت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے تحت نئی نئی راہیں کشادہ کر دے گی

اللہ تعالےٰ ہمیں فہم صحیح نصیب فرمائے۔ اپنی راہ میں مخلصانہ جد و جہد کی توفیق بخشے اور ہم ایک بار پھر بنیان مرصوص بن کر دنیائے کفر پر چھا جائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سرود و نغمہ سمِ قاتل ہے

سرود و نغمہ کی طرف رغبت نہ کریں اور اس سے لذت حاصل کرنے پر فریفتہ نہ ہوں۔ کیونکہ وہ ایسا زہر ہے جس میں شکر یا شہد ملا ہوا ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اسلام کا پیغام

(امین گیلانی)

صلح و امن و صبر و تسلیم و رضا دیتا ہوں میں
جو یہ جوہر لے اُسے انساں بنا دیتا ہوں میں

نوعِ انساں سے محبت کی اگر ہے آرزو
دیدۂ پُرنم دلِ دردآشنا دیتا ہوں میں

آہ ! کیا تھے اور اب کیا ہو گئے افسوس ہے
اپنی صورت دیکھ لو تم ! آئینا دیتا ہوں میں

قافلے والو ! پھرو گے کب تک آخر دربدر
اس طرف آؤ کہ منزل کا پتا دیتا ہوں میں

تھک گئے سب ، ہو چکا بیمار روحوں کا علاج
دیکھئے اب اپنے دامن کی ہوا دیتا ہوں میں

جس جگہ دامن کے ذرّوں کو جھٹک دوں ایک بار
اس زمیں کا گوشہ گوشہ جگمگا دیتا ہوں میں

میرے لطفِ رنگ و بو سے آشنا ہے پھول پھول
کانٹے کانٹے کو بہاروں میں چھپا دیتا ہوں میں

آج بھی ہیں میری محرابوں میں ضو افگن چراغ
آج بھی ظلمت فزیوں کو ضیا دیتا ہوں میں

آج بھی فرعون ہے ، فرعون کے ساحر بھی ہیں
کون بنتا ہے کلیم اس کو عصا دیتا ہوں میں

نامِ حق کس طرح ہوتا ہے زمانے میں بلند
دیکھ لے تجھ کو حدیثِ کربلا دیتا ہوں میں

سر جھکا دیتا ہے جب اس ایک در پر کوئی
اُس کے در پر سارے عالم کو جھکا دیتا ہوں میں

بیت المقدس سامنے دکھانا وغیرہ کے اہتمام رائیگاں جاتے ہیں۔

پھر ان سب سے بڑھ کر!

علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی تو آپ کو کئی بار ہوا ہے۔ یعنی اس معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے۔ جس کی حکمت اکابرین سلف نے یہ بیان کی ہے۔ کہ تدریجاً اس "معراج عظیم" کی استعداد اور برداشت پیدا کی جا رہی تھی۔ ان چار اعتباروں سے عیاں ہو جاتا ہے کہ "معراج عظیم" جو قرآن میں مذکور ہے یہ جسمانی تھا۔ واقعہ معراج کو صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔ اب واقعہ معراج کی حدیث مبارکہ نقل کرتا ہوں اس شعر کا مفہوم ذہن میں رکھ کر پڑھیں انشاءاللہ زندگی کا رہنما اصول ثابت ہوگا ؎

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

واقعہ معراج مصطفوی اور گوناگوں درس عبرت

مالک بن صعصعہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کا واقعہ سنایا کہ یعنی حطیم اور بعض اوقات فرمایا کہ میں حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس نے میرے سینے کو ناف تک چیر کر دل نکالا اس کو دھویا اور نور ایمان بھر کر پھر اپنی جگہ رکھ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ زمزم کے پانی سے پیٹ دھو کر ایمان اور حکمت بھر دیا گیا۔ پھر ایک سفید رنگ کی سواری لائی گئی۔ جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی جس کا نام براق تھا جس کا ایک قدم حدِ نگاہ پر جا کر پڑتا تھا۔ اس پر مجھے سوار کیا گیا اور جبرئیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا پر جا پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ پوچھا گیا کون؟ فرمایا جبرئیلؑ۔ پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فرشتے نے پوچھا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا۔ اَھلاً وَّسَھلاً وَّمَرحَبًا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اندر آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہ آپؐ کے باپ آدمؑ ہیں ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ اے صالح بیٹے اور صالح نبی! مرحبا۔ پھر جبرئیلؑ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے۔ وہاں بھی پوچھا گیا۔ کون؟ تو حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ جبرئیلؑ۔ پھر پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون؟ انہوں نے کہا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر سوال کیا گیا۔ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ کہا گیا مرحبا! اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰؑ اور عیسیٰؑ موجود تھے وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔

جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے سلام کیا دونوں نے جواب دیا۔ صالح بھائی اور صالح نبی! مرحبا۔ تیسرے آسمان حضرت یوسفؑ سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے اسی طرح ملاقات ہوئی تو وہ رو پڑے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روئے؟ فرمانے لگے۔ اس لیے رویا کہ ایک نوجوان (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بعد بھیجا گیا۔ اس کی امت میری امت سے زیادہ بہشت میں جائے گی۔

پھر جبرئیلؑ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا۔ اس کا پھل ہجر کے مٹکوں جتنا بڑا تھا اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

وہاں میں نے چار دریا دیکھے۔ دو ظاہر کے اور دو باطن کے۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ! یہ کیا ہے؟ فرمایا دو باطن والے جنت کے ہیں اور دو ظاہر والے نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور کی طرف اٹھایا گیا۔ اور پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا لایا گیا۔ میں نے دودھ والا برتن

معراجِ نبیؐ سے معراجِ مومنین تک

★ —— مفتی رشید احمد ارشد، جہلی اسارد کی تحصیل وزیر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو راتوں رات کعبہ سے بیت المقدس تک۔ جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو کچھ اپنی عجائبات قدرت دکھا دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے دیکھنے والے ہیں

تفسیر: وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے دینی و دنیوی برکتیں رکھی ہیں۔ دینی برکت یہ کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں۔ دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے۔

غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے لے جایا گیا تاکہ ہم ان کو اپنی کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں۔ جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں۔ مثلاً اتنی بڑی مسافت مدت قصیرہ میں طے کرنا سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا، ان کی باتیں سننا وغیرہ ذالک۔ اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے، بڑے دیکھنے والے ہیں۔ چونکہ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لیے ان کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا۔ (حضرت تھانویؒ)

اسراء و معراج کا فرق

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر لے جانے کو معراج کہتے ہیں۔ گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کیے جاتے ہیں۔ (نشر الطیب صـ۹۹)

اس آیت کریمہ میں مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے آگے جانا احادیث میں ہے۔ کچھ وضاحت قرآن مجید سورہ النجم میں ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی۔ یعنی آپ نے جبریلؑ کو دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے۔ اور پہلی بار کا دیکھنا اس سے پہلے وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی میں مذکور ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے۔

جمہور اہل السنت والجماعت کا مسلک

یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسم پاک کے ساتھ ہوئی۔ کیونکہ اگر مع الجسم نہ تھی تو اتنے اہتمام سے بیان کرنا۔ پھر اگر کوئی کہے کہ میرے گھر میں زید و بکر آیا تو اس سے جسم سمیت مراد لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے جب یہ سوال کیا تھا کہ بیت المقدس اور ہمارے قافلہ کے حالات بتلاؤ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ فرمانا کہ معراج تو روحانی تھا۔ بلکہ اللہ کی طرف سے جواب کا منتظر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا درمیان سے پردے ہٹا کر آپ کو

لے لیا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہی فطرت ہے۔ جس پر آپ اور آپ کی امت ہے ـــــ پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں دربارِ الہٰی سے لوٹ آیا۔ موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا آپؐ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ فرمایا۔ تیری امت روزانہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔ خدا کی قسم ہے میں نے آپؐ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے۔ بنی اسرائیل کو میں نے بہت آزمایا ہے۔ اپنے رب کے ہاں لوٹ جایئے اور امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں لوٹ کر گیا تو اللہ تعالےٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں۔ واپس آیا۔ تو پھر موسیٰؑ نے مجھے بھیجا۔ چنانچہ میں گیا تو پھر دس نمازیں معاف ہو گئیں۔

اسی طرح جب دس رہ گئیں تو پھر موسیٰؑ نے بھیجا۔ میں گیا۔ پانچ رہ گئیں۔ پھر موسیٰؑ نے کہا تیری امت پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے بہت سوال کئے ہیں اب مجھے رب سے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میں راضی ہو کر امت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ ایک منادی نے آواز دی میں نے اپنے مقرر کئے ہوئے حکم کو پورا کر دیا۔ اور بندوں سے تخفیف کر دی۔ (بخاری و مسلم)

میرے بندے پانچ نمازیں پڑھیں گے لیکن ثواب پچاس نمازوں کا دیا جائے گا۔ حضورؐ کا کمالِ عشق اور استغراق فی العبادۃ تھا کہ آپ کو جو حکم ملا لے آئے۔ جس محبوب کو خدا قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ـ رات بھر عبادت کر مگر تھوڑی دیر (آرام) کے حکم سے رات بھر عبادت کرنے کا فرما رہے ہوں اس نبیٔ رحمت کے لیے پچاس نمازوں کی ادائیگی مشکل نہیں۔

امّت کی معراج

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ معراج کی رات ربِّ کریم کا رحیمانہ تحفہ رحمۃ للعالمین نبیؐ لے کر آئے تو بندوں کے لیے اس کو معراج قرار دے دیا۔ اگر معراج کی رات بیت المقدس میں محبوب خداؐ کی امامت کا اعلان کر کے آسمان کے رفیع سفر کا آغاز کیا گیا تو نماز کی معراج دے کر امت کے لیے نبیؐ کے معراج کا انتہا فرمایا گیا۔ اگر ابتدا آقا کی امامت تو معراج کی انتہا امتی کی معراج یعنی نماز ہے۔

کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کی تیاریاں

کل پاکستان نظام شریعت کنونشن منعقدہ ۱۸، ۱۹ اکتوبر بمقام گوجرانوالہ کی مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت مولانا عبید اللہ انور اور جنرل سیکرٹری مولانا مفتی عبدالواحد نے ایک بیان میں ملک بھر میں جمعیۃ علماء اسلام کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ کنونشن میں شرکت اور اسے بھرپور طریقہ سے کامیاب بنانے کے لیے ابھی سے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور اپنے حلقوں میں کارکنوں اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے اجتماعات منعقد کر کے نظامِ شریعت کی ضرورت و افادیت اور کنونشن کی اہمیت سے انہیں آگاہ کریں۔

مجلس استقبالیہ کے راہنماؤں نے بیان میں کہا ہے کہ کنونشن کے پروگرام کا اعلان ہوتے ہی حکومت نے اس میں رخنہ اندازی شروع کر دی ہے۔ اور گوجرانوالہ میں جمعیت کے فعال کارکنوں کو مقدمات میں الجھا کر حکومت کنونشن کی تیاریوں پر اثر انداز ہونا چاہتی ہے۔

اب تک جمعیۃ علماء اسلام کے مولانا زاہد الراشدی، مولانا احمد سعید، علامہ محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر غلام محمد، مولانا عبدالرؤف فاروقی، جمعیۃ طلباء اسلام کے رشید اختر، حافظ گلزار احمد آزاد، محمد فاروق، زبیر بٹ اور ان کے علاوہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور شاعر امیر حسین امیر کے خلاف گوجرانوالہ پولیس تحفظ امن عامہ کی دفعہ ۱۶ کے تحت مقدمات درج کر چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کنونشن انشاء اللہ العزیز پروگرام کے مطابق بروقت ہوگا۔

مجلس استقبالیہ کی طرف سے تمام صوبائی جمعیتوں کو مندوبین کی تعداد اور واجبات کے سلسلہ میں تفصیلی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں جمعیتوں کے عہدہ دار اپنے اپنے صوبوں کا تفصیلی دورہ کر کے ان ہدایات کے مطابق کارکنوں کو کنونشن میں شمولیت کے لیے تیار کریں اور اخراجات کے سلسلہ میں واجبات

تذکرۂ اسلاف — مسلسل

حضرت مجدد الف ثانیؒ

محمد سعید الرحمن علوی

صحبت گزشتہ میں اس دور کے ان چند برخود غلط حضرات کا تذکرہ کیا گیا تھا، جنہوں نے اپنے علم سے دنیا کو فائدہ پہنچانے کے بجائے الٹا نقصان پہنچایا۔ اور رضال مضل کا کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تباہی و بربادی میں اس گروہ نا ہنجار نے ہمیشہ مرکزی کردار کیا۔ اور اس طرح اہل حق، ارباب دانش و بینش کو بھی رسوا کیا بہرحال بات ملا مبارک تک پہنچی تھی۔ جو معقولات و منقولات کا ایک زبردست سکالر تھا، لیکن جس نے ہم عصر حضرات سے انتقام لینے کے لئے خود دین کو ہی داؤ پہ لگا دیا۔ یہ حقائق تو پہلے سامنے آچکے ہیں۔ کہ اکبر بالکل ان پڑھ تھا۔ اور یہ بھی کہ وہ "مدعیان علم" کے غلط طرز عمل کے پیش نظر اسلاف امت اور ارباب علم سے بھی متنفر ہو چکا تھا۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملا مبارک نے ایک محضر نامہ تیار کیا۔ جس کی رو سے بادشاہ اکبر کو منصب اجتہاد پہ فائز کیا گیا تھا۔ اور اختلافی مسائل میں اس کی رائے کو آخری اور حتمی رائے کا درجہ دیا گیا تھا۔ پھر ملا صاحب نے اس محضر نامہ پہ اپنی قماش کے دوسرے مشائخ سے بھی دستخط کرائے۔ سوائے ان اہل حق کے جنہوں نے رخصت کے بجائے عزیمت پہ عمل کرنا زندگی کا لازمہ قرار دے رکھا تھا۔ اور سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا جن کا طغرائے امتیاز ہے۔ انہوں نے تو اس محضر نامہ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور دین کے بجائے دنیا کے خریداروں نے دستخط و مہر ثبت کر کے شاہ کی نظر میں تو مقام حاصل کر لیا۔ لیکن شاہوں کے شاہ کی نظر میں اپنی قیمت کھو ڈالی۔ فیا حسرتا

یہ محضر نامہ ۹۸۷ھ میں تیار کیا گیا (گویا جس وقت محضر نامہ تیار کیا گیا اس وقت حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی عمر شریف صرف سولہ برس تھی کہ آپ کا سن پیدائش ۹۷۱ھ ہے۔ اور آپ ابھی طالب علم و طریقت کی منزل میں تھے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ حقیقت ہے۔ کہ آپ جب جامع کمالات معنوی و صوری ہوئے تو عمر شریف سترہ برس تھی) اس محضر نامہ پر سرکاری اختیارات کے سہارے اور بھی دستخط کرائے گئے۔ ملا مبارک کے قماش کے لوگوں نے تو بخوشی کر دیئے کہ انہیں اس سے بحث نہ تھی کہ چمن اسلام جلتا ہے یا رہتا ہے۔ انہیں اپنے مفادات سے غرض تھی۔ اور بعض ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے طوعاً نہیں کرھاً دستخط کر دیئے کہ ان کے نزدیک حفاظت جان بڑی چیز تھی۔ تاہم اس دور شر و فتن میں بھی ایسے حضرات موجود تھے۔ جنہوں نے خباثت کے اس پلندہ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ فجزاہم اللہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس محضر نامہ کو من و عن نقل کر دیا جائے۔ اصل محضر نامہ فارسی میں ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

"مطلب ان امور کے درج کرنے سے یہ ہے۔ کہ چونکہ بادشاہی عدل و انصاف (اندازہ لگائیں مذہبی اقدار کی پامالی کا نام عدل و انصاف رکھا جا رہا ہے ۱۲ ناقل) اور سرپرستی کی بدولت ہندوستان آج کل امن و امان کا مرکز بنا ہوا ہے (؟) اور اس کی وجہ سے عوام و خواص خصوصاً ان صاحب علم و فضل علماء کا یہاں ان دنوں اجتماع ہو گیا ہے۔ (ملا مبارک اور فیضی و ابوالفضل جیسے علماء برعکس نہ ہند نام زنگی کا غور ۱۲ ناقل) جو نجات کی راہوں کے رہنما (نجات یا بربادی؟) اور اوتوا العلم والدرجات کے مصداق ہیں۔ یہ لوگ عرب و عجم سے اس ملک میں تشریف لائے اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔ اور چونکہ جمہور علماء جو ہر قسم کے علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور عقلی و نقلی فنون کے ماہر ہیں اور ایمانداری اور انتہائی دیانت اور راست بازی کے ساتھ موصوف ہیں۔ قرآن کی آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور صحیح حدیثوں مثلاً یہ کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب وہ امیر ہو گا۔ جو عادل ہو (یہ تو صحیح ہے لیکن عدل کا معیار کیا ہے ؟م) جس نے امیر کی اطاعت کی۔ اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ ان کے سوا اور دوسرے دلائل عقلی و نقلی کی بنیاد پہ یہ قرار دیتے ہیں۔ اور فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ کہ خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ اور بادشاہ جلال الدین محمد اکبر غازی چونکہ بہت بڑے عادل سب سے زیادہ عقل والے اور علم والے ہیں (درباری شاعری کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں) اس بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ اگر وہ یعنی بادشاہ اپنے ذہن ثاقب اور رائے صائب کی روشنی میں نبی آدم کی معاشی سہولتوں (یعنی ان برخود غلط قسم کے مولویوں کے پیٹ کے مسائل) اور دنیاوی انتظام کی آسانیوں کو مدنظر رکھ کر کسی ایک پہلو کو ترجیح دے کر اسے مسلک قرار دے دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا یہ فیصلہ متفقہ فیصلہ سمجھا جائے گا۔ اور عام مخلوق رعایا و برایا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

ایک پیشین گوئی

(از جناب وحید الدین خاں)

مورخ گبن کے الفاظ میں "اگر خسرو کے مقاصد واقعی نیک اور درست ہوتے تو وہ باغی فوکاس کے خاتمہ کے بعد رومیوں سے اپنے جھگڑے کو ختم کر دیتا اور افریقی فاتح کا اپنے بہترین ساتھی کی حیثیت سے استقبال کرتا جس نے نہایت خوبی کے ساتھ اس کے محسن ماریس کا انتقام لے لیا تھا۔ مگر جنگ کو جاری رکھ کر اس نے اپنے اصل کردار کو نمایاں کر دیا۔" (صفحہ ۷۴)

اس وقت ایرانی شہنشاہیت اور رومی سلطنت میں کیا فرق پیدا ہو چکا تھا اور ایرانی فاتح اپنے کو کتنا بڑا سمجھنے لگا تھا اس کا اندازہ خسرو پرویز کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔

"سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے
مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے
ہرقل کے نام، تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے
کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔"

ان حالات نے قیصر روم کو بالکل مایوس کر دیا اور اس نے طے کر لیا کہ اب وہ قسطنطنیہ چھوڑ کر بحری راستہ سے اپنی جنوبی افریقہ کی ساحلی قیام گاہ میں چلا جائے جو قرطاجنہ (CARTHAGE) موجودہ ٹیونس میں واقع تھی۔ اب اس کے سامنے ملک کو بچانے کے بجائے اپنی ذات کو بچانے کا مسئلہ تھا۔ شاہی کشتیاں محل کے خزانوں سے لادی جا چکی تھیں، مگر عین وقت پر رومی کلیسا کے بڑے پادری نے اس کو مذہب کا واسطہ دے کر روکنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ وہ اس کو سینٹ صوفیا کی قربان گاہ پر لے گیا اور اس کو آمادہ کیا کہ وہاں وہ اس بات کا عہد کرے کہ وہ اپنی اس رعایا کے ساتھ جئے گا یا مرے گا جس کے ساتھ خدا نے اس کو وابستہ کیا ہے (صفحہ ۷۵) اسی دوران میں ایرانی جنرل سین (SAIN) نے تجویز کیا کہ ہرقل ایک صلح کا قاصد شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کرے اس کو ہرقل اور اس کے مشیروں نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ مگر جب شہنشاہ ایران خسرو پرویز کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے کہا:

"مجھے سر پر نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے۔ میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر ہمارے سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے۔" (صفحہ ۷۶)

"تاہم چھ سالہ لڑائی نے بالآخر ایرانی حکمران کو مائل کیا کہ وہ فی الحال کچھ شرائط پر صلح کر لے۔ اس نے شرط پیش کی — ایک ہزار ٹالنٹ[1] سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی، ایک ہزار ریشمی تھان، ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار کنواری لڑکیاں۔" گبن ان شرائط کو بجا طور پر شرمناک شرائط (IGNOMINIOUS TERMS) کہتا ہے ہرقل یقیناً ان شرائط کو قبول کر لیتا۔ مگر جتنی کم مدت میں اور جس چھوٹے سے لٹے ہوئے علاقہ سے اس کو ان قیمتی شرائط کی تکمیل کرنی تھی، اس کے مقابلے میں اس کے لیے زیادہ قابل ترجیح بات یہ تھی کہ وہ انھیں ذرائع کو دشمن کے خلاف آخری حملہ کی تیاری کے لیے استعمال کرے۔

ایک طرف یہ واقعات ہو رہے تھے، دوسری طرف ایران و روم کے درمیان عرب کے مرکزی مقام "مکہ" میں ان واقعات نے ایک اور کش مکش پیدا کر دی تھی۔ ایرانی سورج دیوتا کو مانتے تھے اور آگ کی پرستش کرتے تھے اور رومی وحی و رسالت کے ماننے والے تھے اس لیے نفسیاتی طور پر اس جنگ میں مسلمانوں کی ہمدردیاں رومی عیسائیوں کے ساتھ تھیں اور مشرکین مظاہر پرست ہونے کی وجہ سے مجوسیوں سے اپنا مذہبی رشتہ جوڑتے تھے۔ اس طرح روم و ایران کی کش مکش اس کش مکش کا ایک خارجی نشان بن گئی جو مکہ میں اہل اسلام اور کفار و

[1] (TALENT) یونانیوں اور رومیوں کا ایک قدیم وزن۔

مشرکین کے درمیان جاری تھی، دونوں گروہ [illegible] اس جنگ کے انجام کو خود اپنی باہمی کشمکش کے انجام کی ایک علامت سمجھنے لگے۔ چنانچہ ۶۱۶ء میں جب ایرانیوں کا غلبہ نمایاں ہو گیا اور رومیوں کے تمام مشرقی علاقے ایرانیوں کے قبضہ میں چلے گئے اور اس کی خبریں مکہ پہونچیں تو اسلام کے مخالفین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ دیکھو ہمارے بھائی تمہارے جیسا مذہب رکھنے والوں پر غالب آگئے ہیں۔ اسی طرح اپنے ملک میں بھی ہم تم کو اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ مکہ کے مسلمان جس بے بسی اور کمزوری کی حالت میں تھے، اس میں یہ الفاظ ان کے لیے زخم پر نمک کا کام کرتے تھے۔ عین اس حالت میں پیغمبر خدا کی زبان پر یہ الفاظ جاری کیے گئے۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ۔ روم ۶-۱

رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں مگر مغلوب ہونے کے بعد چند سال میں پھر وہ غالب آجائیں گے پہلے اور پیچھے سب اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس دن مسلمان خدا کی مدد سے خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ غالب اور مہربان ہے۔ خدا کا وعدہ ہے خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

"اس وقت جبکہ یہ پیشین گوئی کی گئی" گبن لکھتا ہے "کوئی بھی پیشنگی خبر اتنی بعید از وقوع نہیں ہو سکتی، کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال رومی سلطنت کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے۔"

(صفحہ ۷۴) اگر ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئی ایک ایسی ذات کی طرف سے کی گئی تھی جو تمام ذرائع و وسائل پر تنہا قدرت رکھتا ہے اور انسانوں کے دل جس کی مٹھی میں ہیں۔ چنانچہ ادھر خدا کے فرشتے نے ایک امی کی زبان سے یہ خبر دی اور ادھر ہرقل، قیصر روم میں ایک انقلاب آنا شروع ہو گیا گبن لکھتا ہے کہ:

"تاریخ کے نمایاں کرداروں میں سے ایک غیر معمولی کردار وہ ہے جو ہرقل کے اندر ہم دیکھتے ہیں، اپنے لمبے دور حکومت کے ابتدائی اور آخری سالوں میں یہ شہنشاہ سستی، عیاشی اور اوہام کا بندہ دکھائی دیتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کی مصیبتوں

کا ایک بے حس اور نامرد تماشائی ہے۔ مگر صبح اور شام کا بے رونق کہر دوپہر کے سورج سے کچھ دیر کے لیے چھٹ جاتا ہے۔ یہی حال ہرقل کا ہوا۔ محل کا آرکے ڈیلس[1] (ARCADIUS) یکایک میدان جنگ کا سیزر[2] (CAESAR) بن گیا۔ اور روم کی عزت چھ جرأت مندانہ مہموں کے ذریعہ دوبارہ حاصل کر لی گئی یہ رومی مورخین کا فرض تھا کہ وہ حقیقت سے پردہ اٹھاتے اور اس کی اس خواب اور بیداری کے وجوہ بیان کرتے۔ اتنے دنوں بعد اب ہم یہی قیاس کر سکتے ہیں کہ اس کے پیچھے کوئی سیاسی اسباب نہیں تھے بلکہ یہ زیادہ تر اس کے شخصی جذبے کا نتیجہ تھا، اسی کے تحت اس نے اپنی تمام دلچسپیاں ختم کر دیں۔ حتیٰ کہ اپنی بھانجی (MARTINA) کو بھی چھوڑ دیا جس سے اس کو اس قدر تعلق تھا کہ محرم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ اس نے شادی کر لی تھی۔"

GIBBON, VOL-V, PP-76-77

وہی ہرقل جس کی ہمت پست ہو چکی تھی اور جس کا دماغ اس سے پہلے کچھ کام نہیں کرتا تھا۔ اب اس نے ایک نہایت کامیاب منصوبہ بنایا۔ قسطنطنیہ میں بڑے عزم و انہماک کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ تاہم اس وقت صورت حال ایسی تھی کہ ۶۲۲ء میں جب ہرقل اپنی فوجیں لے کر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا لوگوں نے سمجھا کہ دنیا رومن امپائر کا آخری لشکر دیکھ رہی ہے۔

ہرقل جانتا تھا کہ ایرانی حکومت سمندری طاقت میں کمزور ہے۔ اس نے اپنے سمندری بیڑے کو پشت سے حملہ کے لیے استعمال کیا۔ اس نے اپنی فوجیں بحر اسود کے راستے سے گزار کر آرمینیا میں اتار دیں اور وہاں عین اس مقام پر ایرانیوں کے اوپر ایک بھرپور حملہ کیا جہاں سکندر اعظم نے اس وقت کی ایرانی سلطنت کو شکست دی تھی جب اس نے شام سے مصر تک اپنا مشہور مارچ کیا تھا۔ ایرانی اس غیر متوقع حملہ سے گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے مگر ابھی وہ ایشیائے کوچک میں زبردست فوج رکھتے تھے۔ وہ دوبارہ اس فوج سے حملہ کرتے اگر ہرقل نے اس کے بعد شمال کی جانب سمندر سے اسی قسم کی دوسری غیر متوقع چڑھائی نہ کی ہوتی۔ پھر وہ سمندر کے راستہ سے قسطنطنیہ واپس آیا۔ آواریوں (AVARS) سے ایک معاہدہ کیا اور ان کی مدد

[1] آرکے ڈیلس (۴۰۸ — ۳۷۸) رومی سلطنت کا ایک تاجدار جو ۳۹۵ء میں تخت نشین ہوا۔

[2] جولیس سیزر (۴۴-۱۰۲ ق م) عظیم رومی فوجی اور سیاست داں۔

سے ایرانیوں کو ان کے دارالسلطنت کے گرد روک دیا۔ ان دو حملوں کے بعد اس نے مزید تین مہمیں جاری کیں ۶۲۳ء میں ۶۲۴ء میں اور ۶۲۵ء میں یہ مہمیں بحر اسود کے جنوبی ساحل سے حملہ آور ہو کر ایرانی قلمرو میں گھسیں اور میسوپوٹامیا تک پہونچ گئیں۔ اس کے بعد ایرانی جارحیت کا زور ٹوٹ گیا اور تمام رومی علاقے ایرانی فوجوں سے خالی ہو گئے۔ اب ہرقل خود ایرانی شہنشاہیت کے قلب پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ تاہم آخری فیصلہ کن جنگ دجلہ کے کنارے نینوا کے مقام پر دسمبر ۶۲۷ء میں ہوئی۔

اب خسرو کی ہمت چھوٹ گئی تھی وہ اپنے محبوب محل "دستگرد" سے بھاگنے کی تیاری کرنے لگا مگر اسی دوران میں خود اس کے محل کے اندر اس کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اس کے لڑکے شیرویہ نے اس کو گرفتار کر کے ایک تہ خانے میں بند کر دیا جہاں وہ پانچویں دن بیکسی کی حالت میں مر گیا۔ اس کے اٹھارہ لڑکوں کو اس کی آنکھ کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ مگر اس کا یہ لڑکا بھی صرف آٹھ مہینے تخت پر رہ سکا۔ اس کے بعد دوسرے شہزادے نے اس کو قتل کر کے تاج پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح شاہی خاندان کے اندر آپس میں تلواریں چلنا شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ چار سال میں نو بادشاہ بدلے گئے ان حالات میں ظاہر ہے کہ از سر نو رومیوں کا مقابلہ کرنے کا کوئی سوال نہیں تھا خسرو پرویز کے بیٹے قباد ثانی نے رومی مقبوضات سے دست بردار ہو کر صلح کر لی۔ مقدس صلیب کی اصل لکڑی واپس کر دی گئی۔ اور مارچ ۶۲۸ء میں فاتح ہرقل اس شان سے قسطنطنیہ واپس آیا کہ اس کے رتھ کو چار ہاتھی کھینچ رہے تھے اور بے شمار لوگ دارالسلطنت کے باہر چپوں اور زیتون کی شاخوں کو لیے ہوئے اپنے ہیرو کے استقبال کے لیے موجود تھے (صفحہ ۹۴)

اس طرح قرآن نے رومیوں کے دوبارہ غلبہ کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی، وہ ٹھیک اپنے وقت پر (دس سال کے اندر) مکمل طور پر پوری ہو گئی۔ ؎۱

؎۱ گبن نے اس پیشین گوئی پر حیرت کا اظہار کیا ہے مگر اسی کے ساتھ اس کی اہمیت گھٹانے کے لیے اس نے بالکل غلط طور پر اس کو خسرو کے نام آپ کے دعوت نامے کے ساتھ جوڑ دیا ہے وہ لکھتا ہے۔

"ایرانی شہنشاہ نے جب اپنی فتح مکمل کر لی تو اس کو مکہ کے ایک گمنام شہری کا خط ملا جس میں اس کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ محمدؐ کو خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے تسلیم کرے۔ اس نے دعوت کو نامنظور کر دیا اور خط کو چاک کر دیا۔ رسول عربی کو جب خبر ملی تو انہوں نے کہا۔ خدا اسی طرح خسرو کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اس کی طاقت کو برباد کر دے گا۔ مشرق کی دو عظیم سلطنتوں کے عین کنارے بیٹھے ہوئے محمدؐ ان دونوں حکومتوں کی باہمی تباہی سے اندر ہی اندر خوش ہوتے رہے اور ایرانی فتوحات کے عین وسط میں انہوں نے یہ پیشین گوئی کرنے کی جرأت کی کہ چند سال کے بعد فتح دوبارہ رومیوں کے جھنڈے کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس وقت جب کہ یہ پیشین گوئی کی گئی، کوئی بھی پیشگی خبر اتنی بعید از وقوع نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال رومی شہنشاہیت کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے"

GIBBON, VOL. V, PP. 73-74

مگر اسلامی تاریخ کا ہر مؤرخ جانتا ہے کہ اس پیشین گوئی کا خسرو کے نام دعوت نامے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ شہنشاہ ایران کے نام اسلام کا دعوت نامہ ہجرت کے ساتویں سال صلح حدیبیہ کے بعد بھیجا گیا ہے جو سن عیسوی کے لحاظ سے ۶۲۸ء ہوتا ہے جبکہ پیشین گوئی ہجرت سے پہلے مکہ میں ۶۱۶ء میں نازل ہوئی تھی۔ اس طرح دونوں واقعات کے درمیان تقریباً بارہ سال کا فاصلہ ہے۔

بقیہ: حضرت مجدد الف ثانیؒ

کے لئے اسی کی پابندی لازمی و لابدی ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی بات جو قطعی نصوص کے مخالف نہ ہو۔ اور دنیا والوں کو اس سے مدد ملتی ہو۔ (دین الٰہی کا جو نمونہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ وہ سارے کا سارا النصوص قطعی کے مخالف ہے یا موافق ہو نا ظلی) بادشاہ اگر اس کے متعلق کوئی حکم صادر فرمائیں۔ تو اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی ہر شخص کے لئے لازم اور ضروری ہو گا۔ اور اس کی مخالفت دینی اور دنیوی بربادی اور اخروی مواخذہ کی مستوجب ہو گی۔ (باقی باقی)

بڑائی تقوے میں، دولت توکّل میں اور عظمت تواضع میں ہے۔ (صدیق اکبرؓ)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

معراج میں مختلف آسمانوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الگ الگ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات بہت سی دینی نصائح پر مشتمل ہے

(۱) پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ جس طرح شاہان عالم معزز مہمان کے اکرام کے لیے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ان انبیاء کرام کا تعین بھی آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

(۲) آدم علیہ السلام اول البشر ہیں۔ اس لئے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے۔ تو خلافۃ الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔ اور ان کی اولاد و رفقاء سے زمین آباد ہو گئی۔ تب ان کا وہ الم مبدل بہ سرور ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی "احب البلاد عند اللہ" کو ترک کرنے والے تھے لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلدہ طیبہ حضور کے خلفاء کا مستقر بھی ہوا۔

(۳) یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی ہے۔ مسیحؑ نے اصطباغ بھی یحییٰ علیہ السلام سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی متحد الاحوال ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح پر چھوڑا تھا۔ اور عیسیٰ مسیح نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا لہٰذا ضروری تھا۔ کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

(۴) یوسف علیہ السلام کے احوال مبارکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات دینے پڑے دونوں ہی عفو و کرم کا وقوب ہے۔ دونوں نے اخوان جفا پیشہ کو "لا تثریب علیکم الیوم" کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں۔ اور دنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور رجاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے۔

(۵) چوتھے فلک پر ادریس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توغل تعلیم اور شغف تدریس میں ادریس علیہ السلام کا خاص درجہ ہے۔ اور یہی کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ حضور ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

(۶) پانچویں ہارون سے ملے۔ ہارون علیہ السلام اپنی قوم امت میں ہر دلعزیز اور محبوب قلوب تھے۔ ہارون علیہ السلام مسجد کے امام تھے۔ اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں۔ جن کے اثرات حضور کی سیرت سے واضح اور آشکارا ہیں۔

(۷) چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں۔ صاحب کتاب بھی ہیں۔ غازی و مجاہد بھی ہیں۔ مہاجر اور مناظر بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان محاسن میں مشابہ تر ہیں۔ ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچویں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر امتیاز رکھتا ہے۔

(۸) ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم صلی اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم نظر آئے یہی بانی کعبہ مقدس ہیں۔ اور یہی کعبہ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں۔ خلیق الرحمٰن ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو ارجاس اوثان سے پاک کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے کعبہ کو قبلہ نماز بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت حنفیہ کو زندہ کیا۔ مناسک کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق محکم فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔

جو رفعت حضور کو مقام ابراہیم (بیت المعمور) سے اوپر حاصل ہوئی۔ اسی سے ظاہر ہو گیا۔ کہ حضور ہی مقام محمود والے ہیں۔ اور حضور ہی آدم و من دونہ تحت لوائی" فرمانے کا حق رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اول سورۂ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں آیات ہیں۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر "کلمہ سبحان" تنزیہہ کے لیے آتا ہے۔ اور شروع کلام میں اس لئے

لایا گیا ہے۔ کہ جن واقعات مابعد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اللہ کی قوت اور طاقت اس کو ظہور میں لانے سے عاجز و درماندہ نہیں، لیلاً کی تنوین ذات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے۔ "بارکنا حولہ" اسی مقام کے قرب وجوار میں اشجار مثمرہ اور انہار جاریہ شجرۂ مبارک (زیتون) کی کثرت ہے۔ اسی کا حوالہ انبیاء کثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصدق رہا ہے۔ "من آیاتنا" سے مراد وہ نشانات ارضی بھی ہیں۔ جو بنی اسرائیل کے اقبال و ادبار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں۔ اور وہ نشانات عظمی اسی لفظ میں شامل ہیں۔ جو حضور نے مسجد سے عروج کے بعد ملکوۃ السموات والارض میں ملاحظہ فرمائے

دوم سورۃ النجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تدبر کرو۔

الف) لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ" اس نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "کبریٰ" بزرگ ترین ہونے کی صفت سے موصوف ہیں۔

اس کے تحت میں جبریل کا بصورت اصل یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی، یا جنت و نار کا بہ ہیئت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیلی معائنہ کچھ بھی کہہ دیا جائے۔ لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ "کبریٰ" کے سامنے کم ہی ہوں گے اس لئے ان کا حصر و تعقل دشوار ہے۔

(ب) مازاغ البصر وما طغیٰ" اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق دید کا بھی بیان ہے۔ اور مراعات حسن و ادب کا بھی ذکر ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد و رزانت کا بھی تذکرہ ہے

موسیٰ علیہ السلام کے حال میں فرمایا گیا ہے۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا، جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی۔ تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب آنکھیں بھر کر ان انوار کو دیکھ رہے تھے۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے۔ اور نہ ادھر ادھر تاکتی ہے۔ قوت بانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ کمال قوت نظارہ کے ساتھ وقف دید صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ج) ماکذب الفواد ما رأی" (جو آنکھوں نے دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا) بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں۔ کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں۔ اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم ہر صبح کو دیکھتے ہیں۔ کہ سورج ایک زریں طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ اس کا قد و قامت اس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے۔ کہ کرۂ ارض سے کروڑوں حصے کم ہوگا۔ لیکن دل کہہ دیتا ہے۔ کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے۔ یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے۔ اور یقیناً بڑا ہے۔

ہم پانی میں گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ آنکھ کا اسے ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔ ہم سورج کی روشنی دیکھ کر اسے صرف ایک صاف سفید روشنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دل بتلاتا ہے۔ کہ اس روشنی میں سات رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے۔ تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو دیکھ رہی ہے۔ غلط ہوتا ہے۔ لیکن جب حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ ظنون اور شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیئے۔

(د) فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" (پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجنی تھی وہ بھیجی) آیات بالا میں دیدۂ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا۔ اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔ ما اوحیٰ کا لفظ اجمال کے لئے نہیں بلکہ تفہیم کے لئے ہے۔ اس سے تفہیم وحی ہی مقصود ہے۔ اور لوحی الیہ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمت اصلیہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے۔ پنہاں بھی ہے۔ اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے۔ اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں بھی اور سورہ النجم میں بھی عبد ہی کا استعمال فرمایا ہے۔ تاکہ مخلوق الٰہی خوب سمجھ لیں۔ اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں۔ کہ اس مقدس ہستی کے لئے بھی۔ حسن کی شان۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سے آشکار ہے سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے۔ اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقا (بہ قدر قابلیت و استعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ "فاعبدو اللہ مخلصین لہ الدین"۔ بے شک "الصلوٰۃ معراج المومنین" کے معانی بھی اسی نکتہ سے حل ہوتے ہیں۔ اظہار عبودیت و بیان عجز فتقار اور بندگی و ابتہال کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں

بیداری و خواب کی بحث

بعض علماء کو آیت "وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس" سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے دوبارہ تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔

ان اشکال کو امام لغت وحید نے حل کر دیا ہے۔ کہ روایت و رویاء کا استعمال معنی واحد ہوتا ہے۔ اہل لغت کا قول ہے کہ رائت رویۃً و رویاً قربۃً و قربیٰ ہے۔ اب یہ وہم اٹھ گیا۔ کہ رویہ صرف خواب ہی کے لئے مستعمل ہے۔

(باقی صـ ۲۳ پر)

بقیہ : شذرہ

کام ہیں اور اس مقصد کے لیے باہمی تعاون اور اتحاد کی فضا کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنائیں۔

جہاں تک دیسی معالجین کا تعلق ہے وہ تو ایک عرصہ سے یہ پیشکش کر رہے ہیں کہ ہم دور افتادہ دیہات میں، شہروں میں مختلف ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں عوام کی خدمت کے لیے ہر وقت آمادہ ہیں۔ البتہ ایلوپیتھ معالجین کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے ملک کے مسئلہ صحت کو حل کرنے کی خاطر اپنا دستِ تعاون دراز کرنے کی ضرورت ہے۔

تراشے

خوفِ الٰہی

محمد سعید اسعد ملتانی

۱۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بصرے کی عید گاہ میں گیا اچانک سعدون مجنوںؒ سے میری ملاقات ہوئی میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا بھلا ایسے شخص کا کیا حال ہو سکتا ہے، جو ہر وقت دور دراز سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے پاس سفر کا سامان تک نہ ہو بھلا ایسے شخص کا کیا حال ہو سکتا ہے۔ جسے ایک زبردست عادل رب کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں کوئی رعایت نہیں ہوگی۔" یہ کہہ کر سعدون رحؒ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ مالکؒ فرماتے ہیں" میں نے پوچھا کیوں روتے ہو؟

بولے خدا کی قسم میں دنیا کی محبت یا مصائب کے خوف سے ہرگز نہیں روتا بلکہ بڑا رونا ان گزشتہ ایام زندگی کے لیے ہے جو غفلت میں گزرے اور نیکیوں سے خالی رہے، خدا کی قسم میرا سفر بہت دشوار ہے اور میرے پاس زاد راہ نام کو بھی نہیں ذرا معلوم نہیں کہ منزل کو پہنچ جاؤں گا یا راستہ ہی میں ناکامی کی موت مر جاؤں گا۔

حضرت مالک بنؒ دینار فرماتے ہیں میں نے کہا تم تو بڑے ولی، عارف اور دانا معلوم ہوتے ہو لوگ تمہیں مجنوں کیوں کہتے ہیں؟

سعدون بولا، لوگوں نے میرے معاملہ میں دھوکہ کھایا ہے، خدا جانتا ہے کہ مجھ میں کوئی پگلا پن نہیں، بلکہ میرے خدا کی محبت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے جس کے باعث میں دیوانہ ہوں!

مالک کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا تم لوگوں سے الگ تھلگ کیوں رہتے ہو؟

بولا جب بندہ خدا کی محبت سے دل لگا لیتا ہے تو لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں رہتی۔ مالکؒ، تو لوگوں کو جس طرح چاہے پرکھ کر دیکھ لے تو انکو بچھو سانپ کی طرح ڈنگ لگانے والا پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف

۲۔ ایک شخص حضرت عمر بنؒ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:-

اے امیر المومنین! آپ کے سامنے میرے اس کھڑے ہونے سے آپ بارگاہ خداوندی میں اپنا کھڑا ہونا یاد کیجئے جس دن دعویٰ کرنے والوں کی کثرت آپ کو اللہ تعالیٰ سے او جھل نہیں کر سکے گی جس دن آپ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، مگر نہ تو عمل پر کوئی اعتماد ہوگا نہ گناہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہوگی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ سن کر فرمایا اے میاں! اپنی بات دوبارہ کہیو اس نے پھر دہرا دی، عمر ثانی رو رہے تھے اور فرما رہے تھے، ہاں ذرا پھر دہرانا۔ ماخوذ از سیرۃ عمر بن عبدالعزیز تالیف امام ابو محمد عبداللہ

موت کو یاد کر لیا کرو

۳۔ قریش کا ایک شخص جو خلفاء کے ہاں اپنی ضرورت لیکر آتا تو ناکام نہیں جاتا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کوئی ضرورت پیش کی حضرت عمرؒ ثانی نے فرمایا:- یہ تو جائز نہیں وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو غضب ناک ہو کر چلایا۔ حضرت عمرؒ ثانی نے اس کو دوبارہ طلب فرمایا اسے خیال ہوا کہ شاید اب ان کی رائے بدل گئی ہے میری ضرورت اب پوری ہو جائے گی، وہ واپس آیا تو حضرت عمرؒ نے اس سے کہا جب دنیا کی کسی چیز کو دیکھو اور وہ تم کو پسند آئے تو موت کو یاد کر لیا کرو، اس سے اس چیز کی وقعت کم ہو جائے گی اور جب دنیا کی کسی چیز سے تم کو غم پیش آئے تب بھی موت ہی کو یاد کر لیا کرو اس سے وہ غم ہلکا ہو جائے گا۔

جاؤ یہ نصیحت اس چیز سے بہتر ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا

منقول سیرۃ عمر بن عبدالعزیز از امام ابو محمد عبداللہ

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۰۰

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۲۵

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۹۳۲ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۸۱-۲۲۶ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۹ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۲-۲۰۶۰ D.D.4 مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G.M/۳-۱۵۲۱۰ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۶۲ء

۴ — حضرت سفیان بن عیینہؒ حضرت خلف سے نقل فرماتے ہیں
کہ میرا ایک رفیق تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھا کرتا تھا اس کا انتقال
ہو گیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا
پھر رہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ تو حدیث پڑھنے میں تو ہمارے ساتھ
تھا یہ عزت و شہرت تیری کس بات پر ہو رہی ہے؟ اس نے کہا کہ
حدیث تو میں تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا، مگر جب بھی کہیں
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام حدیث شریف میں آتا تھا
میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا اللہ جل شانہ نے اس کے بدلہ
میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو (بدیع)

ہدیہ یا رشوت؟

۵ — عمر بن مہاجر فرماتے ہیں کہ عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
کی خدمت میں چند سیب پیش کئے گئے آپ نے قبول نہ فرمائے
عرض کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو ایسی ہدیہ ہوتا
تھا مگر ہمارے لیے رشوت ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

بقیہ: معراج النبی ﷺ

زمخشری نے جو امام لغت و معانی بیان سے ہیں۔ اپنی تفسیر کشاف جلد دوم
ص ۱۹۱ پر آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے۔ کہ اس رویہ کا تعلق واقعہ بدر سے
ہے۔ جب کہ حضور نے ہر ایک کافر کے گرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا۔
اور کفار حضور کے اس ارشاد کا ٹھٹھا ہی بناتے رہے۔ بعد ازاں لفظ "قیل"
کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے۔ انما سماہا رؤیا علی قول المکذبین
حیث قالوا لعلہا رؤیا ایضا وحیلا قیل لفظ "رؤیا" کا استعمال مکذبین
کے استعمال کے موافق ہے، وہ معراج کا حال سن کر کہتے تھے کہ شاید خواب
دیکھا ہوگا۔ اس کی مثال ان آیات میں ہے۔ ان شانئک ... انک
انت العزیز الحکیم اب محدثین کی سنیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی
صحیح کی کتاب التفسیر میں آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ
للناس کے تحت میں بروایت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ
تحریر کئے ہیں۔ ھی رؤیا عین اریہا رسول اللہ لیلۃ اسری بہ (یعنی یہ آنکھ کا نظارہ تھا
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب اسریٰ کو دکھایا گیا) ابن عباس رضی اللہ عنہ
ہیں آپ محمد یہ اور (بدعائے رسول پاک) بہترین مفسر قرآن ہیں۔ اور اس
میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی عظیم امام ہیں۔

میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا
یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل السنت محدثین و فقہا تابعین و صحابہؓ کا ہے۔ جو
لوگ ایسے واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث
ذیل پر پورا غور کریں۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم لما کذبنی قریش حین اسری بی الی بیت المقدس
قمت فی الحجر فجعل اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرہم عن آیاتہ
وانا انظر الیہ (بخاری و مسلم) یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس جانے کو جھٹلایا اور نشانات
پوچھنے لگے تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس
میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور جو نشانات
وہ پوچھتے تھے بتاتا جاتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر حضور نے واقعات
معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان
کیوں دریافت کرنے کا کیا حق رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت
تھی کہ بیت المقدس کو حضور کے سامنے جلوہ گر کر دیتے۔ اور حضور اسے
دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے رہیں۔

خواب کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی تھا۔ کہ میں تو اپنا خواب بیان
کر رہا ہوں۔

پاک ذات ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو آیات کبریٰ دکھائیں
اور وراء الورا کی سیر کرائی ہے۔

ع کتنہ ہائے نامہ لاکھ گفتم چوں نہ گفتم
وصلہ فامہ نیست تاب ... قسم داشتن